دعوت وتبلیغ کا نہج نبوی

مفتی عارف محمود

آفاقی مذہب:

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بواسطۂ خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے نام ایک ابدی صلاح وفلاح پر مشتمل پیغام ودعوت ہے۔ امتِ مسلمہ اس آخری نبی کی آخری امت ہے جو اس مبارک پیغام الٰہی کی حامل ہے۔ اس امت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک خاص اور مبارک پیغام ودعوت لے کر آئی ہے، لوگوں کو اس کی طرف بلانا اور تمام اَطراف عالم میں اس کی دعوت کو پھیلانا یہ امت کے افراد کی زندگی کا فریضہ ہے۔

امتِ محمدیہ کا فریضہ:

امت محمدیہ (علی صاحبھا الف الف تحیۃ وسلام) کا یہ مبارک فریضہ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کے نصوص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے بالکل واضح طور پر ثابت ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" (آل عمران: ١١٠)

ترجمہ: ''(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی نفع رسانی) کے لیے نکالی گئی، تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔''

اس آیت کریمہ میں صاف اور کھلے لفظوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلم امت کا وجود ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ امم عالم کی نفع رسانی کا فریضہ سرانجام دے، خیر کی طرف بلائے، معروف کی ترویج کرے اور منکرات سے روکے۔ اس سے بڑھ کر ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت نے اس کام کے لیے ایک مستقل جماعت کا ہونا ضروری قرار دیا، قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (آل عمران: ١٠٤)

ترجمہ: ''اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیتی رہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتی رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔''

فریضۂ دعوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت:

اس سے مزید ایک قدم اور آگے بڑھ کر امت مسلمہ فریضۂ دعوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشین اور نائب ہے، اَللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضۂ منصبی بیان فرمایا، وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو یہ بتلادیں کہ یہ کام متبعین کا بھی ہے، اَللہ رب العزت کا ارشاد مبارک ہے:

قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓ إِلَى اللّٰهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (یوسف: ۱۰۸)

ترجمہ: ''اے نبی! آپ فرمادیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں لوگوں کو اَللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، یہ میرا اور میری اتباع کرنے والوں کا بھی کام ہے۔''

فرائض نبوت:

اَللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے تین بڑے فرائض عطا کیے: ۱...... تلاوت آیات۔ ۲...... تزکیہ۔ ۳...... تعلیم کتاب وحکمت...... اُمت مسلمہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں ان تینوں کاموں میں شریک ہے، یہ تینوں فرائض اُمت مسلمہ پر فرض کفایہ ہیں۔ حضوراُ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور اور خیر القرون میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ان کے بعد اسلافؒ نے ہر زمانے میں ان امور کی انجام دہی کی بھر پور سعی فرمائی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کتاب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائیں، اس کے احکام بیان کیے، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دی اور اپنی مبارک صحبت اور پرتاثیر تدبیر سے ان کے باطن کا تزکیہ بھی فرمایا۔

تاریخ دعوت وعزیمت:

خیر القرون سے دُوری کے زمانہ میں رفتہ رفتہ ان فرائض نبوت کی ادائیگی میں کوتاہی شروع ہوئی، ظاہری علوم اور تزکیۂ باطن دو الگ الگ راہیں قرار دی گئیں، نتیجہ یہ نکلا کہ علم والے دنیا کے طالب ہوئے اور تصوف وتزکیہ کے مدعی علوم شریعت سے بے بہرہ ہوگئے۔

لیکن بمقتضائے سنت الٰہی ہر زمانے میں ایسی شخصیات پیدا ہوتی رہیں جن میں نور نبوت کی تعلیم وتربیت والے رنگ نمایاں طور سے یکجا تھے۔ ان جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیات کی ایک طویل فہرست رہے، ان نفوس قدسیہ کے تذکرہ کے لیے سینکڑوں کیا ہزاروں دفتر نا کافی ہیں، قریب کے زمانہ میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن

علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' تحریر فرما کر اس سلسلۃ الذہب کی بعض کڑیوں کے روشن کردار کو امت مسلمہ کے سامنے لائے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصولِ دعوت:

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبارک عمل ''دعوت'' کے چند بنیادی اصول یہ ہیں:

پہلا اصول:

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا بنیادی اُصول خلق خدا پر شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہے، بندگانِ خدا کی تباہ شدہ حالت سے وہ غمگین اور متفکر ہو جاتے، ان کی خیر خواہی کے نتیجہ میں ان کا دل چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کی امت سدھر جائے، راہ راست پر آجائے۔ قرآن مجید نے اس کو کہیں ''اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ'' کہیں ''وَنَصَحْتُ لَكُمْ'' اور کہیں پر ''وَاَنْصَحُ لَكُمْ'' کہہ کر بیان کیا ہے۔

دوسرا اصول:

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت میں یہ بات مشترک طور سے پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے کام اور دعوت کے عمل پر کسی سے کوئی اجرت ومزدوری طلب نہیں کیا کرتے تھے، مخلوق سے دنیاوی اجر، تعریف ومحبتیں، وغیرہ تمام اَغراض دنیوی سے مکمل استغناء برتتے تھے، جس کے نتیجہ میں ان کی دعوت نہایت موثر اور نتیجہ خیز ہوا کرتی تھی۔ قرآن مجید نے اس اُصول کو ان کے الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (الشعراء: ۱۰۹)

ترجمہ: ''اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ بدلہ (حق) میرا بدلہ ہے اسی پروردگارِ عالم پر۔''

تیسرا اصول:

دعوت اِلی الخیر اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک بڑا اور بنیادی اصول نرمی، نرم گوئی، حکمت وبصیرت اور ایسے خلوص ومحبت سے دوسرے کو مخاطب کیا جائے کہ داعی کی بات مدعو کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس اندازِ تخاطب کی وجہ سے اس کے دل کے نہاں خانوں میں اُتر جائے۔ دعوت کے اس زرّیں اصول کو اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے:

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: ''آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانش مندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت اور بحث ومباحثہ کریں تو وہ بھی خوبی سے۔''

البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس نرمی وحکمت کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ عقائد وفرائض میں مداہنت سے کام لیا جائے، مداہنت فی الدین بتعلیم قرآن ممنوع ہے۔

چوتھا اصول:

دعوت دینے والے داعیانِ حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعوتِ خیر کے سلسلے میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کریں اور نہجِ نبوت کے اتباع کی کوشش کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے آغاز میں سب سے پہلے سب سے زیادہ تاکید توحید و رسالت یعنی کلمہ "لا الٰہ اِلا اللہ" کی فرمائی، جس کے دل و دماغ میں کلمۂ طیبہ کی حقیقت اُتر گئی، اس کے لیے احکام شرع پر عمل پیرا ہونا آسان ہوگیا۔ خود احادیث میں آتا ہے کہ پہلے آیاتِ ترغیب نازل ہوئیں، پھر آیاتِ حلال و حرام نازل کی گئیں۔

پانچواں اصول:

تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سیرت سے دعوت کا ایک اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام لوگوں کا اپنے پاس آنے کا انتظار نہیں فرماتے تھے، بلکہ دعوت حق لے کر خود ان کے پاس چل کر جایا کرتے تھے، یہ وصف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں نمایاں طور سے پایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور آپ کے تبلیغی و دعوتی اَسفار اس پر واضح اور بین دلیل ہیں۔

چھٹا اصول:

دَاعی کے لیے دعوت اِلی الخیر کے سلسلے میں ایک اہم اصول اپنے کاموں کو ترک کر کے ہجرت، خروج و نفیر کو اختیار کرنا اور پاکیزہ و علمی و عملی ماحول میں جانا بھی ہے، جہاں سے مستفید ہو کر اپنی قوم، قبیلہ اور علاقہ میں آکر ان کو فیض یاب کرنا ہے۔

ساتواں اصول:

دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے والوں کی تعلیم و تربیت کا زیادہ تر مدار صحبتِ اسلاف، باہمی تعلیم و تعلم پر ہونا چاہیے۔ ان کے دن دعوت اِلی اللہ اور امور دین میں مصروف و مشغول ہوں اور راتیں تنہائی میں اپنے خالق و مالک کے ساتھ مناجات میں صرف ہوا کریں۔

دعوت اِلی الخیر کے یہ چند بنیادی اصول ہیں، پس دعوت و تبلیغ کی جو تحریک بھی مذکورہ اصولوں کے مطابق کام کرے گی تو ان کی محنت نہجِ نبوت اور اصلِ اول کے زیادہ سے زیادہ قریب تر ہوگی۔ دعوت و تبلیغ کے اِن بنیادی اصولوں سے متعلق حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ کی تصنیف "مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت" کے مقدمہ میں تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک دعوت و تبلیغ:

قرآن و حدیث، نہجِ نبوت اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ دعوت کے ان مذکورہ بالا اصولوں سے سب سے زیادہ میل کھانے والی تحریک اور مطابقت رکھنے والا عمل قریب کے زمانے میں مجدد دعوت و تبلیغ، مصلح کبیر

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وتبلیغ کی تحریک اور دعوت والی محنت ہے۔ابتدا میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکاتب دینیہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال کی فکر ومحنت فرمائی، مگر ماحول کی عمومی بے دینی، جہالت وظلمت کے اثر سے جب یہ مکاتب بھی محفوظ نہ دیکھے، اور عمومی طور سے مسلمانوں کی دینی ضرورتوں کی عدم تکمیل واضح طور پر سے سامنے آنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ صرف خواص وافراد کی اصلاح اور دینی ترقی مرض کا علاج نہیں، جب تک عام آدمیوں میں دین نہ آئے، کچھ نہیں ہوسکتا۔

تائید غیبی:

چنانچہ جب آپ ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء میں دوسرے حج کے لیے تشریف لے گئے، اس دوران مدینہ طیبہ میں بھی قیام رہا، وہاں پر یہ پیغام ملا کہ آپ سے کام لیا جائے گا۔سفر حج سے واپسی کے بعد آپ نے تائید غیبی سے عوام میں احیاء دین کی غرض سے تبلیغی گشتوں کا آغاز فرمایا اور دوسروں کو بھی جماعتیں بنا کر دوسرے علاقہ میں تبلیغ کے لیے بھیجا۔یوں اس طرح باقاعدہ جماعتوں کا اللہ کی راہ میں بغرض دعوت نکلنا شروع ہوا، اور آج الحمد للہ! اکابرین دعوت وتبلیغ اور مخلص مسلمانوں کی محنت وکوشش اور آہِ سحر گاہی کے طفیل یہ مبارک عمل اطرافِ عالم کے چپہ چپہ میں نہ صرف پھیل چکا ہے بلکہ شب وروز جاری وساری ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اپنے کام کو ایک موقع پر حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: ''میں نے یہ طے کیا ہے کہ اللہ نے ظاہر وباطن کی جو قوتیں بخشیں ہیں، ان کا صحیح مصرف کی ہے کہ تن کو اسی کام میں لگایا جائے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور وہ کام ہے اللہ کے بندوں کو اور خاص طور سے غافلوں، بے طلبوں کو اللہ کی طرف لانا، اور اللہ کی طرف بلانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔بس ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں، یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنے زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنے ہی زیادہ خانقاہیں قائم ہوجائیں، بلکہ مسلمان مجسم مدرسہ اور خانقاہ ہوجائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی نعمت اس عمومی انداز سے پھیلنے لگے جو اس کی شان شایان ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سے اپنے پیارے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور تا قیامت مقبول دین کی خدمت لے لے اور اسی نہج اور اصولوں کو اپنانے کی توفیق دے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ خداوندی اپنی دعوت میں اختیار فرمائے تھے تاکہ ہماری دعوت عند اللہ مقبول اور عند الناس مفید ہو۔

☆☆☆